حديث

المستوى: الثاني | 2 | درجہ: دوم

إعداد: قسم التعليم | تیار کردہ: شعبۂ تعلیم

ترجمة وترجمانی: أبو فيصل سميع الله رحمہ اللہ

تحت إشراف | زیر نگرانی

المكتب التعاوني للدعوة
وتوعية الجاليات بالربوة
ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH
P.O.BOX 29465 ARRIYADH 11457
TEL 4454900 – 4916065 FAX 4970126

التعاون بين المؤمنين

ایمان والوں کے درمیان تعاون اور مدد

حدیث نمبر:۱

عَنْ أَبِي مُوسَى ﷛ قَالَ: قَالَ النَّبِي ﷺ: «الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا» ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ. [متفق عليه]

ابو موسی اشعری ﷛ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک مومن دوسرے مومن کے لئے دیوار کی طرح سے ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت اور مضبوطی عطا کرتا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں میں تشبیک کیا۔

''تشبیک'' کہتے ہیں اپنے دونوں ہاتھوں کی دسوں انگلیوں کو ایک دوسرے میں ضم کر لینا اور ملا لینا، تاکہ سامنے والا چھڑا نہ سکے۔

راوی کا تعارف:

ابو موسی عبداللہ بن قیس بن مسلم الاشعری ہیں، آپ بہت مشہور صحابی جلیل ہیں، شہر کوفہ پر آپ امیر یعنی گورنر بنائے گئے، اور ۵۰ ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

رسول اللہ ﷺ نے ایک مومن کی مثال اس کا اپنے بھائی کی مدد اور نصرت کرنے میں دیوار اور بنیاد سے دی ہے جس کے اجزاء ایک دوسرے کو قوت اور مضبوطی عطا کرتے ہیں، اور کوئی بھی دیوار اس وقت تک مکمل اور پوری نہیں ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس کا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کے بعض حصے دوسرے حصے کو قوت اور مضبوطی نہ عطا کریں، اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر دیواریں گر جاتی ہیں اور بنیاد

ڈھ جاتی ہے۔بعینہ مثال ایک مومن کی ہے-خواہ اس کے دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا- کہ اگر اس کا مومن بھائی اس کی مدد اور تعاون نہ کرے تو اس کا معاملہ پائے تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا ہے، اور وہ اپنے مفاد کے حصول میں ناقص رہ جاتا ہے۔واللہ اعلم۔

حدیث کے فوائد:

❶ بنیاد کی مثال پیش کر کے نبی کریم ﷺ نے اتحاد واتفاق کے مفہوم کو ذہنوں میں بہت قریب کر دیا ہے۔

❷ یہ حدیث باہم مومنوں کو ایک دوسرے کے تعاون اور مدد پر ابھارتی ہے۔

✸✸✸✸✸

تحريم التباغض والتحاسد

باہم بغض وحسد رکھنا حرام ہے

حدیث نمبر:۲

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لاَ تَبَاغَضُوا وَلاَ تَحَاسَدُوا وَلاَ تَدَابَرُوا ، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا ، وَلاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ». [متفق عليه]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور نہ آپس میں حسد کرو، اور نہ ہی باہم پیٹھ پھیرو، بلکہ اے اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلم کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے (مسلم) بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔''

راوی کا تعارف:

یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، انصاری صحابی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے، یہ بھی زیادہ حدیثوں کے راوی ہیں۔ ۹۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ ایسی چیز کی طرف ہماری رہنمائی فرمارہے ہیں کہ آپ چاہتے ہیں کہ اس پر ہم ہوں، یعنی ہم مسلمان باہم الفت ومحبت کرنے والے، بھائی بھائی بن کر رہنے والے، اسلامی اخلاق اپنانے والے اور اچھا معاملہ اور حسین کردار پیش کرنے والے بن جائیں، جو ہمیں بلند اخلاق کے پلیٹ

فارم پر لا کھڑا کرے، اور برے اخلاق سے کوسوں دور کر دے، نیز ہمارے دل سے بغض و کینہ ختم کر کے اسلامی بہترین اخلاق و آداب کا شیدائی بنادے۔

اسی طرح اس حدیث میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اسلامی اخوت نسب اور خون کے رشتے سے بھی زیادہ مضبوط اور قوی ہے، کیوں کہ اسلامی اخوت کی اساس اور بنیاد اللہ پر ایمان ہے، چنانچہ کسی مسلم کے لئے جائز نہیں کہ وہ بغیر کسی دینی سبب کے تین دن سے زیادہ اپنے مسلم بھائی سے قطع تعلق کئے رکھے یا اس سے اعراض کرے۔ ہاں اگر کوئی دینی سبب ہو تو مہجور کے دین کی مخالفت سے پھر جانے کی امید پر اس سے (تین دن سے زیادہ) قطع تعلق یا اعراض کرنا جائز ہے۔

حدیث کے فوائد:

❶ مسلمانوں کا آپس میں بغض و حسد اور اعراض و قطع تعلق حرام ہے۔

❷ کسی بھی طرح سے مسلم کو ایذاء پہونچانے کی ممانعت۔

❸ مسلم بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کئے رکھنے کی حرمت۔

❹ حدیث میں وارد باتیں مسلم کے اخلاق میں سے نہیں ہے۔

❺ مسلمانوں کا باہم اخوت و بھائی چارہ اور الفت و محبت کی ترغیب۔

✸✸✸✸✸

الإسلام يحرم الرشوة

اسلام رشوت کو حرام کرتا ہے

حدیث نمبر:۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ﷛ قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي». [رواه أحمد]

عبد اللہ بن عمرو بن العاص﷛ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر رسول اللہﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

راوی کا تعارف:

یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص بن وائل السہمی ہیں، یہ اپنے والد سے پہلے اسلام لائے، ان کا انتقال ٦٣ھ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر تہتر سال کی تھی۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

حضرت عبد اللہ بن عمرو ہم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی الہدیٰﷺ نے رشوت دینے والے پر اللہ تعالی کی رحمت سے دوری اور پھٹکار کی بد دعا کی ہے، جسے عربی میں ''الرَّاشی'' کہتے ہیں، یعنی وہ شخص جو کسی کو محبت اور تعلقات کا اظہار کرتے ہوئے روپئے وغیرہ دے، تاکہ اس کے عوض دوسرے کا حق اس کو دے دے، اور باطل تک پہنچ جائے۔

اور ایسے ہی رسول اکرمﷺ نے رشوت لینے والے پر بھی بد دعا کی ہے، کیونکہ اس نے غیر شرعی طریقہ سے مال کو لیا ہے اور لوگوں کی دولت باطل اور حرام طریقہ سے کھا رہا ہے، اس لئے مسلم کو شک اور شبہ کی جگہوں سے بہت دور ہونا چاہئے تاکہ کہیں وہ اللہ کے عقاب اور ناراضگی کا شکار نہ ہو جائے۔

حدیث کے فوائد:

❶ اللہ کی رحمت سے رشوت دینے والے اور رشوت خور کی دوری۔

❷ رشوت حرام ہے کیونکہ اسلامی معاشرہ پر اس کا بہت خطرناک اثر پڑتا ہے۔

✸✸✸✸✸

أداء الأمانة

امانت کی ادائیگی

حدیث نمبر:۴

عَنْ أَبِي هُرَيْرَة ﷛ قَالَ : قَالَ النَّبِيّ ﷺ «أَدِّ الأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلاَ تَخُنْ مَنْ خَانَكَ» [رواه أحمد وأبو داود والترمذي]

ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے تم امانت کو اس کے پاس مکمل ادا کرو، اور جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔“

راوی کا تعارف:

یہ عبد الرحمن بن صخر الدوسی ﷛ ہیں، غزوۂ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کے خاطر رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، اور آپ صحابیوں میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ حکم دیتے ہیں کہ امانت کو اس کے مالک کے پاس جوں کا توں لوٹا دو، نیز امانت ہی سے متعلق منگنی لی گئی چیزیں اور رہن والی چیزیں وغیرہ بھی ہیں، انہیں امانت ہی کی طرح لوٹا دینی چاہئے۔ دین اسلام میں امانت کا بہت اونچا مقام و درجہ ہے، یہ ایسے صفات حمیدہ اور عالیہ میں سے ہے کہ ہر مسلم کو اس صفت سے مزین ہونا ضروری اور واجب ہے۔ جب انسان امین ہوتا ہے تو لوگ اس کا احترام کرتے ہیں اور اس کے ماحول کے لوگ اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں، اور اس کے اہل واقارب عزت واحترام کی نگاہ سے اسے دیکھتے ہیں۔ بطور مثال: جیسے کہ معلم اور استاد جو اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھاتا ہے وہ امین ہے یقیناً وہ اللہ تعالی کی طرف سے اور پھر تمام لوگوں کی طرف سے

شکریہ کا مستحق ہے، اور ایسے ہی طالب علم جو اپنی پڑھائی کی ذمہ داریاں اور واجبات کو کما حقہ ادا کرتا ہے، اور جو مال و متاع، راز اور سامان وغیرہ کی حفاظت کو بخوبی سنبھالتا ہے وہ بھی امین ہے، وہ شکر اور تعریف کے لائق اور مستحق ہے. اور ایسا شخص جو امانت کو تسلیم نہ کرے اس کا انکار اور اس کے ذمہ جو مال و متاع، راز کی چیزیں، سامان وغیرہ اور دیگر اسباب بطور امانت ڈالی گئی ہیں ان کی حفاظت نہ کرے تو اس کا نصیبہ ذلت و خواری ہے، لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتا اور اس دنیا میں حقیر ہو جاتا ہے۔ اب اگر وہ موظف اور سرکاری عہدے دار ہے تو اپنے عہدے سے معزول کر دیا جاتا ہے، اور اگر تاجر ہے تو لوگ اس سے بدگماں ہو کر پھر جاتے ہیں، اور اس کے اوپر بھروسہ اور اعتماد نہیں کرتے ہیں، اس لئے ہر مسلم کو چاہئے کہ اس کے پاس جو لوگوں کے مال و متاع وغیرہ ہیں اس پر امین رہے، یعنی ان کے مال کو ضائع اور نقصان و برباد ہونے سے بچائے، نیز لوگوں کے جو راز وغیرہ یا نجی زندگی کے سلسلے میں کوئی بات ہو تو اس کی بھی حفاظت کرے، اور لوگوں کے ساتھ ان کے پسندیدہ طور طریقوں سے معاملہ کرے، کیونکہ جس کے پاس امانت نہیں اس کے پاس ایمان نہیں۔

حدیث کے فوائد:

❶ امانت کو صاحب امانت کے پاس بہ سلامت لوٹا دینا واجب ہے۔

❷ خیانت کرنے والوں کے ساتھ خیانت کا سلوک کرنے سے منع فرمایا ہے۔

✸✸✸✸✸

تحريم العقوق وشهادة الزور

والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی حرام ہے

حدیث نمبر:۵

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ﷺ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّهِ ﷺ فَقَالَ: «أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلاَثاً: الإِشْرَاكُ بِاللّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُورِ، (أَوْ قَوْلُ الزّورِ)» وَكَانَ رَسُولُ اللّهِ ﷺ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ. فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ. [متفق عليه]

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟ یہ جملہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائے: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا۔'' اور رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ ٹیک چھوڑ کر سیدھے بیٹھ گئے اور یہ باتیں مسلسل دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگوں نے (آپس میں یا دل میں) کہا: کاش! کہ آپ ﷺ اب چپ ہو جاتے۔

راوی کا تعارف:

ان کا نام نفیع بن الحارث بن کلدہ الثقفی ہے، یہ بہت مشہور صحابی ہیں، ان کا نام ابو بکرہ اس لئے پڑ گیا کہ یہ طائف کی فتح کے دن چرخی کے ذریعہ اتر کر آپ ﷺ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کچھ احادیث رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں، اور بعض معرکوں میں شرکت بھی کی ہیں، ان کا انتقال ۵۱ ھ میں ہوا۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

کبیرہ گناہ بہت زیادہ ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ قبیح، بدترین اور سخت گناہ: اللہ کے افعال (ربوبیت) میں، یا اس کی عبادت میں، یا اس کے ناموں اور صفتوں میں شرک کرنا ہے۔ رسول اکرم ﷺ

نے پہلے اس لئے اسے ذکر کیا کہ یہ تمام گناہوں میں سب سے عظیم ہے، پھر اس کے بعد والدین کی نافرمانی کو ذکر کیا، یہ بھی بہت عظیم گناہ ہے، اللہ تعالی نے اس پر سخت عذاب کی دھمکی دی ہے۔ اس لئے مسلم پر ضروری ہے کہ وہ اپنے والدین کا فرمانبردار بنے، کیونکہ والدین نے اس کے ساتھ بچپن ہی سے شفقت و محبت عفو ودر گذر اور نرمی کا معاملہ کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ ٱلْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ [الإسراء: ٢٤]

”اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا، اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا، بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔“

تو یہ دونوں لوگوں سے کہیں زیادہ بڑھکر اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی بات سنی جائے، ان کی اطاعت کی جائے اور ان کا احترام کیا جائے، اور ان کی اطاعت اگر اس میں کوئی معصیت اور گناہ نہیں ہے تو اس کو بجالانا ہم پر واجب ہے۔

اور ان محرمات میں سے جھوٹی بات کا کہنا، جان بوجھ کر حق سے منحرف ہو جانا اور حق کے خلاف جھوٹی گواہی دینا ہے۔ جھوٹی گواہی اور جھوٹی بات سے صحابہ کرام کو آگاہ کرنے کا خاص اہتمام آپ ﷺ نے اس لئے فرمایا کہ یہ چیزیں زبانوں پر بآسانی آجاتی ہیں، اور لوگ بھی اس سلسلے میں کافی لاپرواہی اور

سستی برتتے ہیں، نیز ایسا ہونے کے لئے بہت سارے اسباب اور مختلف وجوہات ہوتے ہیں جیسے کہ کینہ، عداوت، دشمنی اور نفرت وغیرہ۔

پیارے نبیﷺ یہ جملہ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ صحابہ نے آپ پر شفقت اور پیار و محبت کرتے ہوئے نیز جو چیزیں آپ کو الجھن اور پریشانی میں ڈالے ہوئے تھی اس کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ کاش آپﷺ چپ ہو جاتے۔

لہذا جنہیں اللہ تعالی نے اسلام کی دولت سے نوازا ہے ان پر ضروری ہے کہ وہ ان کبیرہ اور عظیم گناہوں میں پڑنے سے دور رہیں تاکہ وہ اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔

حدیث کے فوائد:

❶ رسول اکرمﷺ کا اپنے اصحاب کو توجیہ اور نصیحت فرمانا۔

❷ شرک باللہ اور والدین کی نافرمانی حرام ہے۔

❸ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی حرام ہے۔

❹ رسول اکرمﷺ پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی پیار بھری شفقت اور جو چیزیں آپ کو تکلیف دے رہی تھیں ان سے نفرت۔

✸✸✸✸✸

تحريم الغش

دھوکا اور فریب دینا حرام ہے

حدیث نمبر:٦

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ أَنّ رَسُولَ اللّهِ ﷺ مَرّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلاً. فَقَالَ: مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطّعَامِ؟ قَالَ: أَصَابَتْهُ السّمَاءُ يَا رَسُولَ اللّهِ. قَالَ: أَفَلاَ جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النّاسُ، مَنْ غَشّ فَلَيْسَ مِنّى» [رواه مسلم والترمذي]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر کھانے کے ایک ڈھیر سے ہوا، تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا، آپ ﷺ کی انگلیوں میں نمی اور تراوٹ لگی (یعنی پانی سے انگلیاں بھیگ گئیں اور تر ہو گئیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے کھانے کی چیز بیچنے والے! یہ کیا ہے؟'' تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ آسمان کی بارش (یا آسمان سے شبنم) گرنے کی وجہ سے ہے، تو آپ ﷺ نے کہا: ''تم نے اسے کھانے کے اوپر کیوں نہیں رکھ دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ سکیں، جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

راوی کا تعارف:

یہ عبدالرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، غزوۂ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کے خاطر رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، اور آپ صحابیوں میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

رسول اکرم ﷺ اس حدیث میں ہماری رہنمائی فرما رہے ہیں ایسی چیز کی جانب جسے تمام انسانوں کو اپنے لین دین اور خرید و فروخت میں اپنانا واجب اور ضروری ہے، یعنی ایک دوسرے کو دھوکہ اور فریب

دینے سے بہت دور ہونا چاہئے، جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں غیظ وغضب بھڑک اٹھتا ہے اور آپس میں حسد، کینہ اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، اور اُخوت اسلامیہ کا بندھن پارہ پارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ ایسا گھناونا عیب ہے جسے اسلام اپنے ماننے والوں سے کبھی نہیں پسند کرتا ہے۔ اسلام تو تعلیم دیتا ہے کہ سامان تجارت میں جو عیب ہے بیچنے والا اسے بالکل واضح بیان کر دے اور اس کی خامیوں پر روشنی ڈالے تاکہ خریدنے والے کا جو مقصد ہے سامان کے ویسا نہ ہونے پر فوت نہ ہو جائے، نیز عیب کو پردہ میں رکھ کر اس کا الٹا نہ ظاہر کرے ورنہ اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کا شکار ہو جائے گا۔

حدیث کے فوائد:

❶ بیچنے والے پر سامان تجارت کا عیب اور اس کے پوشیدہ اوصاف بیان کرنا واجب ہے۔

❷ معاملات میں دھوکہ فریب دینا حرام ہے اور جس نے ایسا کیا اس کے لئے سخت وعید ہے۔

❸ مسلمانوں پر ایک دوسرے کو نصیحت کرنا واجب ہے۔

✸✸✸✸✸

تحريم النميمة

چغلخوری کی حرمت

حدیث نمبر:۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ ﷛ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ الْقَالَةُ بَيْنَ النّاسِ» [رواه مسلم]

عبداللہ بن مسعود ﷛ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں بتلانہ دوں کہ 'عضہ' کیا چیز ہے؟ یہ چغلی ہے، لوگوں کے درمیان (فساد اور بگاڑ کے ارادہ سے جھوٹ یا سچ کسی کی بات) نقل کرنا۔''

راوی کا تعارف:

یہ ابو عبد الرحمن عبداللہ بن مسعود ﷛ ہیں، پہلے اسلام لانے والے صحابہ ﷡ میں سے ہیں، ان کا شمار فضلاء، فقہاء اور قرّاء صحابہ ﷡ میں ہوتا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر سورتیں یاد کیں، ان کا انتقال مدینہ میں ۳۲ھ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اسلام ایسا دین ہے جو مسلمانوں کو آپسی الفت و محبت، اخوت و بھائی چارگی اور مستحکم اجتماعی قوت کی دعوت دیتا ہے، اور آپسی بغض و کینہ اور دشمنی و عداوت سے منع کرتا ہے۔ سب سے خطرناک چیز جو مسلم کی اجتماعی قوت کو پارہ پارہ کردیتی ہے اور باہمی الفت و محبت کو جلا کر راکھ کردیتی ہے وہ چغلخوری ہے۔ اس سے دلوں میں غیظ و غضب کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور نفرتیں جنم لیتی ہیں، اور حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی چغلخوری اور کذاب ایک گھنٹہ میں ایسا فتنہ وفساد برپا کردیتا ہے کہ جو فتنہ وفساد ایک جادوگر پورے ایک سال میں نہیں کرسکتا ہے، اس لئے علم دین سیکھنے والو تم پر ضروری ہے کہ جو

باتیں تم سنو اسے خوب اچھی طرح ٹٹول لو اور اس کی سچائی اور حقیقت جان لو، صرف ظن اور گمان سے کام نہ لو۔ فرمان رب العالمین ہے:

”اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔“

اس لئے ہمیشہ چغلخور سے ہوشیار رہو۔ وہ ایسا انسان ہے جس کی معاشرہ میں عزت واکرام نہیں اور نہ ہی اس میں اخلاق کی قدریں پائی جاتی ہیں، اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ کسی طرح لوگوں کو تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائے اور انہیں مصیبتوں میں گھرا دیکھ کر خوش ہو جائے، اللہ تعالی ہمیں اس کے شر اور فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

حدیث کے فوائد:

❶ غیبت اور چغلخوری حرام ہے۔

❷ اس کا شمار عظیم کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔

✸✸✸✸✸

تحريم الغيبة

غیبت حرام ہے

حدیث نمبر:۸

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ. قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ، قَالَ: إِن كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ». [رواه مسلم]

ابوہریرہ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ”کیا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟“ سب نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے بھائی کا ذکر ایسی چیزوں سے کرو جو اسے ناگزیر ہو۔“ کہا گیا: آپ بتلائیں کہ اگر جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ میرے بھائی میں پائی جاتی ہیں تو؟ آپﷺ نے فرمایا: ”جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر وہ تمہارے بھائی میں پائی جاتی ہیں تو تم نے حقیقت میں اس کی غیبت کی ہے، اور اگر اس میں وہ چیز نہیں پائی جاتی ہے تو تم نے اس پر بہتان باندھا اور تہمت لگائی۔“

راوی کا تعارف:

یہ عبدالرحمن بن صخر الدوسی﷛ ہیں، غزوۂ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کے خاطر رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، اور آپ صحابیوں میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ ایسا شخص جو مسلم بھائی نہیں ہے جیسے کہ یہودی، نصرانی اور دیگر تمام وہ لوگ جو اسلام کے علاوہ مذہب والے ہیں، یا وہ لوگ جو اسلام میں بدعتیں کرتے ہیں،

اور ان بدعتوں کے وجہ سے اسلام سے بہت دور جا چکے ہیں، اگر ان کے بارے میں کوئی بات کہی جائے تو وہ غیبت نہیں ہے۔ بھائی کے لفظ سے تعبیر کر کے رسول اکرم ﷺ نے یہ حکمت اپنائی ہے تاکہ غیبت کرنے والا اپنے بھائی کی غیبت سے باز آجائے، کیونکہ اگر واقعی وہ اس کا دینی بھائی ہے تو پھر اس کے لئے افضل اور زیادہ مناسب طریقہ یہ ہے کہ وہ اس سے عفو ودرگذر سے کام لے، اس کی برائیوں پر پردہ ڈالے اور اس کے عیوب کی کوئی معقول تاویل کرے، نہ کہ اس کی برائیوں کو منظر عام پر لائے اور اس کی تشہیر کرے۔ نیز آپ ﷺ نے (بما یکرہ-جو اسے ناگزیر ہو) کہہ کر یہ واضح کر دیا ہے کہ اگر وہ اس کے جس عیب کو بیان کر رہا ہے اسے برا نہیں لگتا ہے جیسے کہ ٹھٹھا مذاق کرنے والے بے حیا لوگ یا سرمستی اور دیوانگی میں متوالے لوگ تو پھر وہ غیبت نہیں شمار ہوگی۔ شریعت میں جو چیزیں غیبت کہلاتی ہیں ان کی حرمت تو بالکل معلوم اور واضح ہے اور ان کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔

حدیث کے فوائد:

❶ مسلمانوں کی عزت واحترام کی پاسداری پر اسلام نے ہمیں ابھارا اور سبق دیا ہے۔

❷ غیبت حرام ہے، یعنی یہ کہ تم اپنے بھائی کا ذکر کرو جو اسے ناگوار ہو۔

❸ غیبت مسلمانوں کے درمیان بغض و نفرت کو ابھارنے کا سبب بن جاتی ہے۔

❹ مسلمانوں کے بیچ جھوٹ بولنا حرام ہے۔

❺ تنقیص اور تحقیر کی نیت سے عیبوں کو بیان کرنا اگرچہ یہ آدمی میں موجود ہیں اسے غیبت شمار کیا جائے گا۔ لیکن اگر خیر خواہی یا شرعی اغراض ومقاصد کے تحت ہیں- جن کا بیان کرنا ضروری ہے جیسے شکایت اور راویان حدیث کے بارے میں جرح وتعدیل وغیرہ-تو یہ محرم غیبت سے مستثنی ہیں۔

❻ کسی مسلم بھائی کا ذکر ایسی چیزوں سے کرو جو اسے پسندیدہ ہو، اسلام نے اس کی اجازت دی ہے۔

✸ ✸ ✸ ✸ ✸

حق الجار على الجار

پڑوسی کے حقوق

حدیث نمبر:۹

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰه وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُؤْذِ جَارَهُ. وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰه وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ. وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰه وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ». [رواه مسلم]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور آخرت کے دن پر وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے، اور جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی خاطر داری کرے، اور جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور آخرت کے دن پر تو اسے چاہئے کہ بھلی اور اچھی بات کہے یا پھر چپ ہی رہے۔''

راوی کا تعارف:

یہ عبد الرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، غزوۂ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کے خاطر رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، اور آپ صحابیوں میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

حدیث کے اندر پڑوسی کے حق کی حفاظت پر دلیل موجود ہے، اور یہ کمال ایمان کی علامت ہے، اور پڑوسی کو تکلیف اور ایذا پہنچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور آخرت کے دن پر وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے، البتہ پڑوسی کے نیک اور بد ہونے پر حالت مختلف ہوتی ہے۔ لیکن جو چیز سب کو شامل ہے وہ ہے خیر اور بھلائی کے ساتھ پیش

آنا، اور اچھے اور بہتر طریقے سے اسے نصیحت کرنا، اور ہدایت کے لئے اس کے حق میں دعا کرنا، اور اسے ضرر اور تکلیف پہنچانے سے باز رہنا۔

حدیث کے فوائد:

❶ اسلام ایسے امور کی ترغیب دیتا ہے جس سے لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کی مدد اور محبت پیدا ہو جائے۔

❷ پڑوسیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مساعدہ کرنے سے ان کے آپس میں تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

❸ پڑوسی کے ساتھ احسان کرنے کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ ان کی اولاد کو قولاً یا فعلاً تکلیف نہ دی جائے۔

❹ پڑوسی کے گھر کے اندر جھانکنا نہیں چاہئے، چھت پر سے یا دروازہ کی سوراخ سے۔

❺ کسی بھی انداز سے پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے دور رہنا چاہئے۔

❻ مہمان کی مہمان نوازی کرنا واجب ہے۔

❼ بات کم کرنا کمال ایمان میں سے ہے۔

✸✸✸✸✸

ترك المسلم ما لا يعنيه

بے مطلب کی چیز کو مسلم کو چھوڑ دینا چاہئے

حدیث نمبر:١٠

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مِنْ حُسْنِ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لاَ يَعْنِيهِ». [رواه الترمذي وغيره]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے یہ بات ہے کہ وہ بے مطلب کی چیز کو ترک کردے۔''

راوی کا تعارف:

یہ عبدالرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، غزوۂ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کے خاطر رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، اور آپ صحابیوں میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

یہ حدیث کلام نبوی کے جوامع میں سے ہے (یعنی بات کم اور معنیٰ زیادہ)۔ یہ اقوال کو شامل ہے اور افعال کو بھی۔ اقوال کی مثال جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ صحف ابراہیم علیہ السلام میں ہے کہ جو اپنے عمل سے اپنے کلام کو شمار کرے اور موازنہ کرے تو اس کا کلام کم ہو جائے گا مگر ان چیزوں میں جو اس سے متعلق ہیں۔ اور افعال کو بھی شامل ہے تو پھر اس میں یہ ساری چیزیں داخل ہو گئیں کہ انسان میں دنیا طلبی نہ ہو، اور نہ ہی اپنی تعریف اور بڑائی طلب کرے، اور نہ ہی دیگر چیزیں طلب کریں جس کی اسے اپنے دین کی اصلاح میں ضرورت نہ ہو، اور نہ ہی دنیا کی چیزوں میں اس کا محتاج ہو۔

حدیث کے فوائد:

❶ اسلام مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ ایسی چیزوں میں جو ان سے متعلق نہ ہو دخل

اندازی نہ کریں۔

❷ قول ہو یا فعل مسلم کو ایسی چیزوں کو چھوڑ دینا چاہئے جس کی اسے ضرورت نہ ہو، یہ اس کے کمال اسلام میں سے ہے۔

❸ جن چیزوں کے بارے میں مسلم سے سوال نہیں کیا گیا ہے ان چیزوں کے بارے میں جواب نہیں دینا چاہئے۔

❹ خیر اور نیکی کے کاموں پر ابھارنا اور بھلائی کی چیزوں کو بتلانا یہ ان امور میں سے ہے جو مسلم کی ضروریات کہلاتی ہیں۔

✸✸✸✸✸

تحريم الكبر وبيان أن التجمل والتحسن والطهارة والنظافة من الإسلام

کبر وغرور کی حرمت

اور اس بات کا بیان کہ زینت، خوب صورتی، نظافت وطہارت اور صفائی ستھرائی اسلام میں سے ہے

حدیث نمبر:۱۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ ﷛ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ» قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا ، وَنَعْلُهُ حَسَنَةً. قَالَ: «إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ. الْكِبْرُ: بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ». [رواه مسلم]

عبد اللہ بن مسعود ﷛ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جنت میں ایسا شخص داخل نہیں ہو سکتا ہے جس کے دل میں رائی کے برابر بھی کبر ہوگا۔“ ایک شخص نے کہا: آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا خوبصورت ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے وہ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، کبر یہ ہے کہ حق کو قبول نہ کیا جائے اور لوگوں کو حقیر وذلیل سمجھا جائے۔“

راوی کا تعارف:

یہ ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مسعود ﷛ ہیں، پہلے اسلام لانے والے صحابہ ﷡ میں سے ہیں، ان کا شمار فضلاء، فقہاء اور قرّاء صحابہ ﷡ میں ہوتا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر سورتیں یاد کیں، ان کا انتقال مدینہ میں ۳۲ھ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

حدیث میں نظافت اور صفائی ستھرائی اور پاکیزگی اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے، اور کبر کی حرمت بیان

کی گئی ہے، کبر یعنی ایسا ارادہ کہ وہ لوگوں سے بلند و بالا اور بڑھ چڑھ کر رہے، اور انہیں ذلیل وخوار سمجھے، حق کو ٹھکرائے اور اس کا انکار کرے۔ یہ سب کچھ اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو عظیم المرتبت اور عظیم قوت وسطوت والا سمجھے۔

اور یہ کبریا تو باطن یعنی پوشیدہ ہوتا ہے اور یہ نفس کی ایک خصلت اور صفت ہوتی ہے، اور اسے 'خُلق فِي النَّفُس' یعنی نفس کی ایک خصلت وصفت کے بجائے اسے 'کبر فی النَّفُس' یعنی کبر والا نفس کا نام دینا زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔

اور یہ کبریا تو ظاہر ہوتا ہے یعنی یہ وہ اعمال ہیں جو انسانی اعضاء وجوارح سے سرزد ہوتے ہیں. یہ دراصل اسی کبر کی خصلت کا نتیجہ ہے، تو جب اس کبر کا ظہور ہوتا ہے اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ ''تکبر' اس نے غرور اور کبر کا اظہار کیا، اور اگر اس کا اظہار نہ ہوا تو کہا جاتا ہے 'کبر' اس میں کبر ہے۔ اور جب تکبر اور کبر دونوں ایک ساتھ کسی میں جمع ہو جائیں تو پھر وہ شخص اللہ کی وعید وسزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔

حدیث کے فوائد:

❶ کبر اور لوگوں کو حقیر وذلیل سمجھنا حرام ہے۔

❷ نظافت کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو آدمی پہنتا اور استعمال کرتا ہے۔

❸ اپنا گھر، اسکول اور سڑک وگلیوں کی نظافت پر آدمی کو حریص ہونا چاہئے۔

❹ کم سے کم ہفتے میں ایک مرتبہ غسل نظافت کرنا مستحب ہے۔

✸✸✸✸✸

علامة المنافق

منافق کی علامت

حدیث نمبر:۱۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ». [رواه البخاري]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''منافق کی نشانیاں تین ہیں: جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وہ وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔''

راوی کا تعارف:

یہ عبدالرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، غزوۂ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کے خاطر رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، اور آپ صحابیوں میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

حدیث میں مسلم کو اس بات سے ڈرایا گیا ہے کہ وہ ایسی خصلتیں اور صفات اپنائے جن کی بنا پر یہ خوف لاحق ہو جائے کہ کہیں یہ صفات اس کو حقیقت نفاق تک نہ لے جائیں۔ یہاں ثعلبہ بن حاطب الأنصاری کے واقعہ کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے تاکہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے، (لیکن سنداً یہ روایت ان کے بارے میں صحیح نہیں ہے، دیکھئے قرآن کریم کا اردو ترجمہ مجمع ملک فہد ص ٥٣٦ سورۃ التوبہ، آیت ۷۷) اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ فَأَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقٗا فِي قُلُوبِهِمۡ إِلَىٰ يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهُۥ بِمَآ أَخۡلَفُواْ ٱللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُواْ يَكۡذِبُونَ ﴾ [التوبة: ٧٧]

”پس اس کی سزا میں اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا، اللہ سے ملنے کے دنوں تک، کیونکہ انہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کا خلاف کیا اور کیونکہ جھوٹ بولتے رہے۔“

تو ان کو وعدہ خلافی اور کذب نے کفر تک پہنچادیا۔ اس لئے یہ حدیث ڈراتی ہے کہ ایسے اخلاق کو اپنایا جائے جو آدمی کو خالص نفاق تک پہنچادے۔

حدیث کے فوائد:

❶ اسلام کی عظمت میں سے ہے کہ وہ برے اخلاق اور ذلیل و گھٹیا عادات سے جنگ کرتا ہے، جیسے کہ جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت وغیرہ۔

❷ نفاق سے بچنا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفر سے بھی زیادہ خطرناک گناہ ہے۔

❸ منافقین کی صفات میں سے کسی بھی صفت کو ہرگز نہیں اپنانا چاہیئے۔

❹ جس نے منافقین کی صفت اپنائی وہ اللہ اور تمام لوگوں کے نزدیک مبغوض ہو جاتا ہے۔

❺ مومن کی صفات میں سے ہے کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ نہ بولے، اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے، اور جب اس کے پاس امانت دی جائے تو اس میں خیانت نہ کرے۔

✸✸✸✸✸

حلاوة الإيمان

ایمان کی حلاوت اور مٹھاس

حدیث نمبر:۱۳

عَنْ أَنَسٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:«ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاَوَةَ الإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لاَ يُحِبُّهُ إِلاَّ لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ». [رواه البخاري]

انس ﷺ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر پائی گئیں اس نے ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو پالیا: اللہ اور اس کے رسول اس کے نزدیک ساری دنیا سے بڑھکر عزیز اور محبوب ہوں، اور یہ کہ آدمی سے محبت کرے اور اس سے یہ محبت صرف لوجہ اللہ ہو، اور یہ کہ دوبارہ کفر میں جانا اس کو ایسے ہی برا لگے جیسے یہ ناپسند کرتا ہے کہ وہ آگ میں ڈالا جائے۔“

راوی کا تعارف:

یہ انس بن مالک ﷺ ہیں، انصاری صحابی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے، یہ بھی زیادہ حدیثوں کے راوی ہیں۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث میں ایمان کی طرف مومن کی رغبت کو بڑی میٹھی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے، اور اس چیز کو اس کے لئے لازم پکڑ لینے کو ثابت اور یقینی کر دیا ہے، اور اس کی طرف اس چیز کی نسبت اور اضافت بھی کی ہے۔

اس حدیث میں ایک مریض اور ایک صحیح الجسم کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اگر مریض پت والا ہے تو اسے شہد کا مزہ بھی کڑوا اور نیم جیسا لگتا ہے اور جو صحیح البدن ہے تو اسے شہد کا ذائقہ بالکل شہد کی مٹھاس جیسا ہی لگتا ہے، اور جب بھی صحت میں کچھ خرابی آتی ہے اتنی مقدار ذائقہ بھی کم ہو جاتا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ان چیزوں کو حلاوت یعنی مٹھاس سے تشبیہ ہے، یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو شجرہ یعنی درخت سے تشبیہ دی ہے۔ارشاد ہے:

﴿ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلٗا كَلِمَةٗ طَيِّبَةٗ كَشَجَرَةٖ طَيِّبَةٍ﴾[إبراهيم: ٢٤]

’’اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال بیان فرمائی مثل ایک پاکیزہ درخت سے۔‘‘

پس وہ کلمہ یعنی بات یہی کلمۂ اخلاص ہے، اور شجرہ یعنی درخت اصل ایمان ہے، اور اس کی ٹہنیاں حکم کی اتباع اور منہیات سے بچنا ہے، اور اس کے تنے مومن کا خیر کا اہتمام کرنا ہے، اور پھل کی مٹھاس اور حلاوت وہی پھل کا توڑنا ہے، اور اس کا غایت کمال جس پر فخر و سرور ہو پھل کا پک جانا ہے جس سے ان پھلوں میں مٹھاس اور حلاوت مکمل ہو جاتی ہے۔

حدیث کے فوائد:

1. تمام مخلوقات پر اللہ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کو مقدم کرنا عین واجب ہے۔
2. اللہ کی معصیت اور رسول اللہ ﷺ کی معصیت میں کسی کی بھی بات قابل اطاعت نہیں ہے۔
3. اللہ کی خاطر کسی مسلم کا اپنے مسلم بھائی سے محبت کرنا کمال ایمان میں سے ہے۔
4. مسلم پر واجب ہے کہ وہ دوبارہ کفر میں جانے سے گریز کرے، اسے برا اور ناپسندیدہ سمجھے جس طرح وہ یہ ناپسند کرتا ہے کہ جہنم میں ڈالا جائے۔

❺ جس کے دل میں یہ صفات پائی گئیں تو در حقیقت اس کے دل میں اطمینان اور نفس میں راحت پائی گئی، یا اسے راحت اور اطمینان کلی طور پر حاصل ہو گیا۔

✸ ✸ ✸ ✸ ✸